بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست و دوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۳

تفسیر قمی میں ہے کہ اس جگہ ازواج نبیؐ سے خطاب چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اہلبیتؑ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الخ پھر ازواج نبیؐ سے خطاب فرمایا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی۔ پھر آل محمدؐ سے خطاب فرمایا۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جناب علی مرتضٰے اور جناب فاطمہ زہرا اور جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ واقعہ زوجۂ نبیؐ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں ہوا۔ جہاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب امیر المؤمنین۔ جناب سیدہ اور جناب حسنین علیہم السلام کو بھی طلب فرما لیا تھا۔ جب یہ سب بزرگوار جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو ان جنابؐ نے خیبری چادر ان سب پر ڈال دی اور خود بھی اوڑھ لی۔ پھر درگاہ خدا میں عرض کی ۔ خداوندا! یہ میرے اہلبیتؑ ہیں جن کے بارے میں تو نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ اب تو ان سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے ۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی ان میں شریک ہو جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن تم ان میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

زید بن علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں۔ کہ بعض جاہلوں کا یہ گمان کہ یہ آیت ازواج نبیؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے غلط ہے۔ وہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ آیت ازواج کے بارے میں ہوتی تو خداوند عالم یوں ارشاد فرماتا لِیُذْهِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ وَ یُطَهِّرَکُنَّ تَطْهِیْرًا۔ مونث کی ضمیریں اور تانیث کے صیغے ہوتے جیسا کہ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ وَ قَرْنَ۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ وَ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ میں ہیں۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی چیز لوگوں کی عقلوں سے دور تر نہیں ہے۔ سبب یہ کہ کسی آیت کا اوّل حصہ تو کسی معاملہ میں ہے اور بیچ کا کسی اور معاملہ میں اور آخر کا کسی اور معاملہ میں۔ پھر حضرت نے یہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا (بطور مثال) فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا سے یہ مطلب ہے کہ تم کو جاہلیت میں پیدا ہی نہیں کیا۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ اہل البیت سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور البیت سے مراد اُن کی ولایت۔ پس جو اُن کی ولایت میں داخل ہوا وہ بیت النبیؐ میں داخل ہو گیا۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کتابِ خدا اور اپنے اہلبیتؑ سے تمسک کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے خدائے عزّوجلّ سے یہ سوال کیا تھا کہ ان دونوں چیزوں میں اُس وقت تک جدائی نہ کرے جب تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ اور اُس نے میری یہ بات منظور فرما لی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ تم اُن کو کچھ نہ سکھاؤ اس لئے کہ وہ ہر بات کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ کبھی تم کو بابِ ہدایت سے خارج نہ کریں گے اور بابِ ضلالت میں داخل نہ کریں گے۔ (یہاں تک فرما کے) جنابِ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بھی رہتے اور اپنے اہل بیتؑ کو صاف طور سے نہ بتلا دیتے تو فلاں کی اولاد اور فلاں کی اولاد اس بات کی مدعی ہو جاتی کہ آنحضرتؐ کے اہل بیت ہم ہی ہیں لیکن خدائے عزّوجلّ نے تو اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لئے آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل فرما دی اور آنحضرتؐ نے حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ کے مکان میں علی و حسن و حسین و فاطمہ زہرا علیہم السلام کو ایک کملی میں لے لیا۔ پھر یہ فرمایا کہ خداوندا ہر نبی کے اہل اور ثقل ہوتے ہیں۔ اور یہ میرے اہلبیتؑ اور میرے ثقل ہیں۔ اُس وقت حضرت اُمّ سلمہؓ سے عرض کی یا رسول اللہؐ! آیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن میرے اہل بیتؑ اور ثقل تو یہی ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں امام علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رجس سے مراد شک ہے۔ واللہ ہم اپنے پروردگار کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔ (مُترجم۔ اہلبیت علیہم السلام کو جو آنحضرتؐ نے ثقل کے لفظ سے یاد کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ثقل مسافر کے سامان و اسباب کو کہتے ہیں اور آنحضرتؐ نے یہ وصیت سفرِ آخرت کے وقت

فرمائی تو گویا اُمت پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں جو اپنا سامان تم لوگوں میں چھوڑے جاتا ہوں وہ یہ دو چیزیں ہیں۔ ایک کتابِ خدا اور دوسرے میرے اہل بیت ۔ یہ حضرتؐ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے جُبّۂ شریف کی زیارت کرنا۔ میری نعلین کو سر پر رکھتے پھرنا یا موئے مبارک کو بوسے دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ پھر یہ سب کچھ تو کیا جاتا ہے اور نہیں کی جاتی تو اطاعتِ اہلبیتؑ اور عمل بہ تعلیم قرآن کہ یہی عمل کرنا ثقیل گزرتا ہے)۔

الخصال میں ہے کہ شوریٰ کے دن جنابِ امیر علیہ السّلام نے لوگوں کے سامنے اپنی حجتیں پیش کی ہیں از آنجملہ یہ بھی فرمایا کہ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر آیۂ تطہیر اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ الخ نازل فرمائی ہو؟ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی جناب رسولِ خدا نے ایک کساءِ خیبری اوڑھی اور اُس میں مجھ کو جنابِ سیّدہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے پروردگار! میرے اہلبیتؑ یہی ہیں تو اِن سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور اِن کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ آیا میرے سوا کوئی دوسرا یہ منزلت رکھتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ "خدا کی قسم" سوائے آپ کے کوئی اور یہ منزلت نہیں رکھتا۔ اور کسی اور کے بارے میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔

الاکمال میں ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے ایک مرتبہ خلافتِ عثمان کے زمانہ میں انصار و مہاجرین کے گروہ سے جبکہ وہ مسجد میں جمع تھا ارشاد فرمایا ایّھا النّاس! آیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزّوجلّ نے آیۂ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۰ نازل فرمایا۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے مجھے اور فاطمہؑ اور میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بُلا کر چادر ہم سب پر ڈالدی اور درگاہِ الٰہی میں عرض کی خدایا! یہ ہیں میرے اہلبیتؑ اور میرے جسم کے ٹکڑے۔ جو چیز انہیں رنج دے گی وہ مجھے صدمہ پہنچائے گی اور جو چیز ان کا دل توڑیگی وہ مجھے دُکھ پہنچائیگی الٰہی! تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ یہ سُنکر حضرتِ اُمّ سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اور میں؟ حضرتؐ نے فرمایا تم؛ تمہارا انجام تو بخیر ہوگا لیکن یہ آیت تو خاص کر میری شان میں اور میرے بھائی (میرے قوّتِ بازو علیؑ مرتضےٰ) اور میری پارۂ جگر (فاطمہؑ زہرا) اور میرے دونوں فرزندوں (حسنؑ و حسینؑ) اور میرے فرزند حسینؑ کے نو بیٹوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہمارے سوا اور کوئی اس میں شریک نہیں۔ اس کے جواب میں حاضرین نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ

ہم سے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے یونہی بیان کیا تھا۔ پھر ہم نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آنحضرتؐ نے بھی وہی فرمایا تھا جو اُمِّ سلمہؓ نے کہا تھا۔

عللُ الشرائع میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا۔ جنابِ امیرالمومنین۔ جنابِ حسن مجتبےٰ۔ جنابِ حسین سیدالشہدا اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب پروردگارِ عالم نے اپنے نبیؐ کو اُٹھا لیا تو اصحابِ تطہیر میں سے جنابِ سیدہؑ۔ جنابِ امیرالمومنین پھر جنابِ حسنؑ مجتبےٰ پھر جنابِ حسینؑ سیدالشہداؑ باقی تھے۔ (اب تنزیل کا نمبر تو ختم ہوگیا) پھر اس آیت کی تاویل شروع ہوئی جیسا کہ خدا اپنی کتاب میں فرما چکا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (دیکھئے صفحہ ۶۶۷ سطر ۱) اور جنابِ علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام اس کے مورد قرار پائے۔ پھر اس کا حکم اُن آئمہ میں جاری ہوا جو اُن کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے وصی ہوتے رہے۔ پس اُن کی اطاعت خدائے تعالےٰ کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدائے عزوجل کی نافرمانی ہے۔

(قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) پنجتن پاک یا آلِ عبا کی شان میں اس آیت کے نازل ہونے کے متعلق خاصّہ اور عامّہ کی روایتیں اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصاء نہیں ہوسکتا۔ صاحبِ مجمع البیان نے عامّہ کے طریقوں سے بہت سی روایتیں درج کی ہیں جسے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ اُس تفسیر کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۵

علی بن محمد بن جہم کہتے ہیں کہ میں ایک دن خلیفہ مامون کے دربار میں گیا وہاں جنابِ علی رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون نے کہا یا بن رسول اللہ! آپ کا یہی دعوےٰ ہے نا کہ تمام انبیاء معصوم ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! پس مامون نے اُن آیتوں کا مطلب پوچھا جو انبیاء کی شان میں نازل ہوئی ہیں جن کا ہم موقعہ موقعہ سے ذکر کرچکے ہیں۔ اور اُن کا مطلب بھی حضرتؑ کے ارشاد کے بموجب بتا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ مامون نے عرض کی یا بن رسول اللہ! بیان فرمایئے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے؛ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ (دیکھئے صفحہ ۶۷۴ سطر ۹) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا کو زید بن حارثہ سے کچھ کام تھا وہ اُس دن حاضرِ خدمت نہ ہوئے تھے اس لئے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ

خود زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کی زوجہ زینبؓ بنت جحش اُس وقت غسل کر رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَكِ (پاک ہے اللہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے) اِس قول سے آنحضرتؐ کا مقصود یہ تھا کہ جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (خدائے تعالےٰ اِس عیب سے بری اور پاک ہے۔ اُس کی ذات تمام نقائص سے منزہ ہے) جس کے اولاد ہوتی ہے اُسے طہارت اور غسل کی بھی احتیاج پڑتی ہے۔ (حالانکہ خدا پاک و پاکیزہ ہے) جب زیدؓ اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور آنحضرتؐ کے ارشاد سے زیدؓ کو اطلاع دی۔ زیدؓ نے کلام جنابِ رسولِ خدا کا مطلب نہ سمجھا اور یہ خیال کیا کہ جنابِ رسولِ خدا نے یہ کلمہ اِس لئے فرمایا ہے کہ اُن جنابؐ کو زینبؓ کی صورت اچھی معلوم ہوئی ہے۔ پس وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چونکہ میری زوجہ کج خلق ہے میں اُسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زیدؓ تم اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو۔ حالانکہ خدا نے آنحضرتؐ کو اُن کی ازواج کی تعداد سے اطلاع دے دی تھی۔ اور یہ بھی جتا دیا تھا کہ یہ عورت (زینبؓ) بھی اُن میں شامل ہوگی۔ مگر یہ بات حضرتؐ نے اپنے دل میں رکھی۔ زیدؓ پر ظاہر نہ کی۔ کیونکہ حضرتؐ کو اِس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں زید پر یہ ظاہر کروں گا کہ زینبؓ میری زوجہ ہونے والی ہے تو لوگ حضرتؐ پر عیب لگاتے کہ اپنے آزاد کردہ غلام سے جنابِ رسولِ خدا نے یہ کہہ دیا کہ تیری زوجہ عنقریب میری ازواج میں آجائے گی۔ پس خدا نے یہ آیت وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ الخ نازل فرمائی۔ یعنی جبکہ تم اُس سے جس کو خدا نے اسلام کی نعمت بخشی اور تم نے اُسے آزاد کرکے اُس پر احسان کیا یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے خدا ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم آدمیوں سے اندیشہ کرتے تھے حالانکہ خدا زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس سے ڈرا کرو۔ پھر زید نے زینبؓ کو طلاق دیدی۔ زینبؓ نے عدہ رکھا۔ عدہ ختم ہونے کے بعد خدائے تعالےٰ نے جنابِ رسولِ خدا کا زینبؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور قرآن میں یہ واقعہ نازل کیا۔ اور پھر اپنے رسولؐ کو یہ بھی جتلا دیا کہ عنقریب منافقین اِس نکاح سے تم کو عیب لگائیں گے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (دیکھو صفحہ ۶۷۵ سطر ۵) یہ جواب سن کر مامون بولا۔ یا ابن رسول اللہ! خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے میرے دل کی گرہ کھول دی۔ اور انبیاء اور اسلام کے بارے میں جو شک میرے دل میں تھا وہ آپ نے دُور فرما دیا۔ العیون میں یوں ہے کہ جناب امام علی رضا علیہ السلام نے (مامون کے جواب میں)

عصمتِ انبیاء کے متعلق فرمایا۔ اب رہا جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خدائے تعالےٰ کا یہ قول کہ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ؕ (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر آخر) جو ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہاری اتنی بیویاں ہوں گی۔ اور اُن کے یہ یہ نام ہونگے اور آخرت میں اس اس نام کی باقی رہیں گی اور ہیں وہ سب کی سب اُمّہاتِ مؤمنین۔ اُن میں سے ایک زوجہ زینبؓ بنت جحش بھی ہوگی جو اُس وقت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح میں ہے۔ پس آنحضرتؐ نے زینبؓ کا نام اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس سبب سے کسی پر ظاہر نہیں کیا کہ منافقین یہ نہ کہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایسی عورت کو اپنی زوجہ کہہ دیا جو دوسرے کے عقد میں ہے۔ پس اُن کو منافقین کی باتیں بنانے کا اندیشہ ہوا اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ؕ جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں آدمیوں سے اندیشہ کرتے ہو حالانکہ خدا اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرا کرو۔ خداوند عالم نے صرف تین نکاحوں کا اہتمام خود فرمایا ہے ایک حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کا حضرت حواؑ کے ساتھ۔ دوسرے زینبؓ بنت جحش کا جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جیسا کہ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۲) تیسرے جنابِ سیدۂ کونین فاطمہ زہراؑ بنت رسولؐ خدا کے نکاح کا جناب امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے ساتھ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۶۷

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ختم ہو جاتی ہے۔ مگر ذکر خدائے تعالےٰ کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے (دیکھو!) خدائے تعالےٰ نے جو جو باتیں واجب فرما دی ہیں جب بندہ اُن کو ادا کر دیتا ہے تو یہی اُن کی حد ہو گئی۔ مثلاً ماہِ رمضان کے روزے خدائے تعالےٰ نے واجب فرما دئے ہیں پس جو اس مہینہ میں روزے رکھ لیگا تو ختم ماہ پر روزوں کی انتہا ہو جائے گی۔ خدائے تعالےٰ نے حج واجب فرمایا ہے۔ اب جو شخص مناسک حج بجا لائے گا حج پورا ہو جائیگا مگر ذکر خدا ایک ایسی چیز ہے جس کی کمی سے خدا راضی ہی نہیں ہوتا اور نہ اُس کے لئے کوئی حد معین فرمائی ہے (جس پر وہ ختم ہو جائے۔ اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا چاہیئے) پھر حضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ انہی جناب سے یہ بھی منقول ہے کہ فرمایا جب ہمارے

شیعہ خالی بیٹھے ہوا کریں تو خدا کو بکثرت یاد کیا کریں۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار خدا کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب میں اُن جناب کے ہمراہ کہیں جاتا تو وہ حضرت راہ میں ذکرِ خدا فرماتے اور جب میں اُن جناب کے ساتھ کھانا کھاتا ہوتا تب بھی وہ جناب ذکرِ خدا بجا لاتے اور جب وہ حضرت لوگوں سے باتیں کرتے ہوتے تب بھی ذکر خدا کو ترک نہ فرماتے۔ اور میں (اکثر) دیکھا کرتا تھا کہ اُن حضرت کی زبان تالو سے ملی ہوتی مگر برابر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی رہتی۔ اور وہ جناب ہم سب کو جمع کرتے اور طلوعِ آفتاب تک ذکرِ خدا میں مشغول رہنے کا حکم دیتے اور ہم میں سے جو کوئی خواندہ ہوتا اُسے تلاوتِ قرآن کی ہدایت فرماتے اور ناخواندہ کو ذکرِ خدا کا امر فرماتے (نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ) جس گھر میں قرآنِ مجید پڑھا جائے اور خدا کا ذکر کیا جائے اُس میں برکت زیادہ ہوگی۔ ملائکۂ رحمت اُس میں نازل ہوں گے۔ شیاطین اُس کو چھوڑ دیں گے اور اہلِ آسمان کی نظروں میں وہ گھر ایسا ہی دکھائی دے گا جیسے روشن ستارہ زمین والوں کی نگاہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ گھر جس میں قرآن کریم نہ پڑھا جائے اور ذکرِ خدا نہ کیا جائے اُس کی برکت کم ہو جائے گی اور ملائکہ اُس کو چھوڑ دیں گے اور شیطان اُس میں آ دھمکیں گے۔ اور جناب رسولِ خدا نے اصحاب سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو تمہارے اعمال میں افضل عمل ہو۔ تمہارے درجہ کو بلند کرے۔ ملائکہ کو روشن تر نظر آئے۔ درہم و دینار سے تمہارے لئے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہو کہ جب تم اپنے دشمنوں سے لڑو تو تم اُن کو قتل کر دو یا وہ تم کو قتل کر دیں؟ اُن سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! ضرور فرمائیے۔ آنحضرت نے فرمایا وہ یہ ہے۔ کہ خدا کو بکثرت یاد کیا کرو۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ ایک شخص جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! اہلِ مسجد میں سے سب سے بہتر اور افضل کون ہے؟ فرمایا جو خدا کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو۔ نیز جناب رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ذکرِ خدا کرنے والی زبان عطا ہوتی ہے تو اُس کو دنیا اور آخرت کی ساری خوبیاں مل گئیں۔ قولِ باری تعالےٰ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۹۹ سطر اول) کی تفسیر میں امامؑ فرماتے ہیں جو نیکی خدا کی راہ میں اُس کی خوشنودی کے لئے کرو اُسے زیادہ نہ سمجھو۔ اُنہی جناب سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے جو کوئی اکثر خدا کا ذکر کرتا ہے خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور جو بکثرت خدا کو یاد کرے تو خدا تعالےٰ اُس کو دو پروانے عطا فرمائے گا۔ ایک آتشِ جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے برئیت کا۔ وہی جناب فرماتے ہیں جو کوئی اکثر

خدا کو یاد کرے تو جنت میں خدا کی رحمت اُس پر سایہ فگن ہوگی۔

ابنِ بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے بطریق مرسل جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے اُن جناب سے سوال کیا تھا اے مولا! قولِ خدا اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا میں ذکر کثیر سے کونسا ذکر مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا جو شخص تسبیح جناب سیدۃ پڑھے تو اُس نے خدا کا ذکر کثیر ادا کر لیا۔

اسمٰعیل بن عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا! اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا کی حد کیا ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی پارۂ جگر حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو تعلیم فرمایا کہ چونتیس ۳۴ بار اللّٰہُ اَکْبَرُ تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لیا کرو۔ پس جب تم نے یہ تسبیح ایک مرتبہ رات کو اور ایک مرتبہ دن میں پڑھ لی تو خدائے تعالےٰ کا ذکر کثیر ادا کر دیا۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تیس ۳۰ بار کہے تو اُس نے خدا کا ذکر کثیر ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۷۷

رہیں وہ دو عورتیں جن سے ہم بستر نہیں ہوئے ایک کا نام عمرہ تھا دوسری کا شنباء اور جن تیرہ سے مجامعت فرمائی اُن میں سب سے اول حضرت خدیجۃ الکبرےٰ بنتِ خویلد ہیں۔ بعد اُن کے سودہ بنتِ زمعہ۔ پھر اُمِ سلمہ جن کا اصلی نام ہند بنتِ ابی امیہ ہے۔ پھر عائشہ بنت ابوبکر اِس کی کنیت اُمِ عبداللہ ہے۔ پھر حفصہ بنت عمر بن خطاب۔ پھر زینب بنت خزیمہ۔ ان کی کنیت اُم ابن الحارث اور اُم المساکین ہے۔ پھر زینب بنت جحش۔ پھر اُم حبیبہ ان کا اصلی نام رملہ بنتِ ابوسفیان ہے۔ پھر میمونہ بنت الحارث۔ پھر زینب بنتِ عمیس۔ پھر جویریہ بنت الحارث۔ پھر صفیہ بنت حیی بن اخطب۔ پھر خویلہ بنتِ حکیم سمیٰ جس نے اپنا نفس جناب رسولِ خدا کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ علاوہ بریں جناب رسولِ خدا کی ازواج میں دو حرم بھی تھیں۔ ایک ماریہ قبطیہ دوسری ریحانہ فندقیہ۔ اور جو بیویاں اُن جناب نے وقت وفات چھوڑیں اُن کے نام یہ ہیں۔ عائشہ۔ حفصہ۔ اُمِ سلمہ۔ زینب بنت جحش میمونہ بنت الحارث۔ اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان۔ صفیہ بنت حیی ابن اخطب۔ جویریہ بنت الحارث۔ سودہ بنت زمعہ۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام ازواج میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبرےٰ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت اُمِ سلمہ گرامی مرتبہ ہیں پھر حضرت جویریہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۹

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا خدا کی صلوٰۃ تو یہ ہے کہ وہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ ملائکہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت کی پاکیزگی اور طہارت بیان کرتے ہیں۔ اور آدمیوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آنحضرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اُس کا قبول کرنا لازم ہے۔ کسی صحابی نے عرض کی یابن رسول اللہ! یہ تو فرمایئے کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ فرمایا کہو صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ صَلَوَاتُ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ اَنْبِیَآءِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ السَّلَامُ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ کسی نے عرض کی جو شخص اِس طور سے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجے تو اُسے کتنا ثواب ملیگا؟ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم وہ اپنے گناہوں سے اس طرح باہر آجائیگا گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

العیون میں ہے کہ جناب غریب الغربا امام علی رضا علیہ السّلام نے دربار مامون میں ارشاد فرمایا ایھا الناس! یہ بات تو ہمارے دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے اب آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے؟ حضرت نے فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَ بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ کیوں اے گروہِ مردم! جو کچھ میں نے بیان کیا آیا تم میں کوئی شخص اس کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ سب نے جواب دیا نہیں (کسی کو اختلاف نہیں ہے) مامون بولا جو کچھ آپ نے فرمایا اُس پر تمام اُمّت کا اتفاق ہے کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا مگر آپ کسی اور آیت قرآنی سے جو اس آیت سے واضح تر ہو اس بات پر دلیل لایئے۔ کہ آلِ رسولؐ پر خدا نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اُن حضرت نے فرمایا اے گروہ علما! یہ تو بتاؤ کہ قولِ باری تعالےٰ یٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۙ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ میں یٰسٓ سے خدائے تعالےٰ نے کسے مُراد لیا ہے؟ اُن لوگوں نے عرض کیا بے شک وشبہ یٰسٓ جنابِ رسولِ خدا کا نام ہے۔ حضرت نے فرمایا اسی آیت سے خدائے تعالےٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو وہ فضیلت عطا فرمائی جس کی کنہ وصف تک سوائے اُس شخص کے جو اس کو سمجھ چکا ہے اور کوئی پہنچا ہی نہیں۔ تفصیل اُس کی یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے انبیاء کے سوا اور کسی پر سلام

نہیں بھیجا۔ پس فرمایا سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ (مگر ان نبیوں کی آل پر سلام نہیں بھیجا۔ یعنی) یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ نُوْحٍ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ۔ البتہ یہ فرمایا ہے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ یعنی آلِ محمد۔ یہ سُنکر مامون نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معدنِ نبوت کے سوا اور کوئی شخص قرآن کی تفسیر اور مطالب کو بیان ہی نہیں کرسکتا۔

مقدمۂ شرائع الدین میں اُنہی جناب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر مقام میں (جب کوئی آنحضرت کا نام لے) اور چھینکنے کے بعد اور آندھیوں وغیرہ کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔

الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا جب تم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو یا کوئی دوسرا تمہارے سامنے نام لے یا اذان وغیرہ میں اُن جناب کا نامِ نامی سُنو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجو۔

نیز کافی میں اُنہی جناب سے مروی ہے کہ جناب سردارِ دوعالم نے وفات پائی تو جوق جوق مہاجرین و انصار اور ملائکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا اُس وقت جبکہ وہ جناب صحیح و سالم تھے کہ آیتِ درود خداوند عالم نے اِس غرض سے نازل فرمائی ہے کہ لوگ میرے انتقال کے بعد بھی مجھ پر برابر درود بھیجتے رہیں۔ اسی لئے یہ جتلایا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے محمد و آلِ محمد پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُسی کتاب میں ایک حدیث مرفوع یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جناب موسٰے علیہ السّلام نے اپنی مناجات میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ارشادِ باری ہوا اے فرزندِ عمران! محمد پر درود بھیجو کہ میں بھی اُن پر درود بھیجتا رہتا ہوں اور میرے فرشتے بھی۔

ابو مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص ہر روز نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کے بعد زانو بدلنے اور کلام کرنے سے پہلے کہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ذُرِّیَّتِہٖ۔ تو خدائے تعالےٰ سو حاجتیں اُس کی بر لائیگا۔ ستر دنیا میں اور تیس ۳۰ آخرت میں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! صلوٰۃِ خدا اور صلوٰۃِ ملائکہ کے

کیا معنی ہیں؟ حضرت نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ خدا اور ملائکہ آنحضرت کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اور مومنین کی طرف سے آنحضرت کے لئے دعا ہوتی ہے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک فرشتہ نے درگاہِ خدا میں دعا کی خدایا! تو مجھے کان عنایت فرما کہ تیرے بندوں کی باتیں سُننے لگوں۔ خدا نے اُس کی دعا قبول فرمائی۔ اب وہ فرشتہ قیامت تک کھڑا رہے گا۔ جو کوئی مومن کہتا ہے صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو وہ فرشتہ جواب دیتا ہے اے بندۂ مومن وَعَلَيْكَ السَّلَامُ پھر وہ فرشتہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کو خبر دیتا ہے کہ یا رسولؐ اللہ! فلاں بندۂ مومن حضور کو سلام کہہ رہا ہے۔ یہ سُن کر آنحضرت بھی فرماتے ہیں وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔

صفوانِ جمّال سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا جو خدا سے کی جائے آسمان پر نہیں جاتی ہے۔

صفوانؔ بن یحیےٰ کہتے ہیں کہ میں جناب امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ اُن جنابؑ کو چھینک آئی۔ میں نے عرض کیا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ۔ دوبارہ چھینک آئی میں نے کہا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ۔ پھر تیسری بار چھینک آئی۔ میں نے جواب میں کہا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ پھر میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ جیسے امامؑ کی چھینک کے وقت ہم لوگ وہ کلمہ کہہ سکتے ہیں جو آپس میں کہا کرتے ہیں یعنی يَرْحَمُكَ اللهُ یا وہی کہنا چاہیئے جو ہماری عادت ہے (یعنی صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ)؟ حضرت نے فرمایا کہ تم یہ نہیں کہتے ہو صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ میں نے عرض کی ہاں یا بن رسولؐ اللہ! یہ بھی کہتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی اے مولا! کیا اِرْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ بھی کہا کروں؟ فرمایا ہاں کہا کرو۔ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر درود بھی بھیجا ہے اور رحمت بھی نازل کی ہے۔ ہم جو اُن جنابؑ پر درود بھیجتے ہیں تو یہ ہمارا درود اُن حضرت کے لئے دعا ہے اور ہمارے واسطے تقرب کا باعث ہے۔

عمر بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! جب شبِ جمعہ آتی ہے تو آسمان سے بکثرت فرشتے زمین پر آتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں اور وہ فرشتے شبِ شنبہ تک سوائے درود کے اور کچھ نہیں لکھتے تو تم اس شب و روز میں بکثرت صلوات بھیجا کرو۔ اور اے عمر! ہر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ دوسرے دنوں میں ہر روز سو بار محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر درود بھیجنا سُنّت ہے۔

اسحاق بن فروخ مولا آلِ طلحہ کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے اسحاق ابنِ فروخ! جو شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دس مرتبہ درود بھیجے تو خدا اُس پر

ایک ہزار مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ اُس کے لئے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدائے فرماتا ہے هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ (دیکھئے صفحہ ۶۷۶ سطر۱)

محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ میزانِ اعمال میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک شخص کے اعمال تولے جائیں گے اُس کا نیکیوں کا پلہ کم ہوگا تو آنحضرتؐ اُس کے پلہ میں وہ درود رکھ دیں گے جو آنحضرتؐ پر بھیجی تھی۔ اُسی سے وہ پلہ بھاری ہو جائیگا۔

ابان بن تغلب نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے اور اُنہوں نے سیّد الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جناب سیّد الاوصیاء امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو اُسے خوشبوئے جنّت نصیب نہ ہوگی۔ حالانکہ اُس کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہوگی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم جمعہ کے دن نمازِ عصر سے فارغ ہو جاؤ تو کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ﹰالْاَوْصِيَاءِ الْمَرْضِيِّيْنَ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ بِاَفْضَلِ بَرَكَاتِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَرْوَاحِهِمْ وَاَجْسَادِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پس جو شخص نمازِ عصر کے بعد یہ درود پڑھیگا تو خدائے عزّ و جلّ ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا اور ایک لاکھ گناہ اُس کے مٹائے گا۔ اور ایک لاکھ حاجتیں اُس کی بر لائے گا اور ایک لاکھ درجے جنّت میں اُس کے لئے بلند فرمائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا موئے مبارک اپنے دستِ مبارک میں لے کر یہ حدیث بیان فرمائی کہ اے علیؑ! جس شخص نے تمہارے ایک بال کو بھی ایذا پہنچائی تو اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اُس نے یقیناً خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اُس پر خدا کی لعنت ہے۔

تہذیب الاحکام میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک رات

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا نمازِ عشا پڑھنے میں تاخیر کی۔ پس عمر بن الخطاب دروازۂ بیت الشرف پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹا کے غُل مچانے لگا کہ یا رسول اللہ! عورتیں بھی سو گئیں۔ بچے بھی سو گئے (لیکن آپ نے ابھی تک نمازِ عشا نہیں پڑھی) یہ سُنکر آنحضرت برآمد ہوئے اور ارشاد فرمایا تم کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ مجھے ایذا دو اور مجھ پر حکم چلاؤ۔ تم سب پر لازم ہے کہ میری بات سُنو اور میری اطاعت کرو۔

جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مہم پر ایک لشکر بھیجا۔ اُن سب کا سردار جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو مقرر کیا اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی جگہ لشکر بھیجتے تھے اور اس میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام بھی ہوتے تھے تو اُنھی جناب کو امیرِ لشکر بنایا کرتے تھے۔ غرضکہ جب وہ لشکر کامیاب ہُوا اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو اُن حضرت نے (اُس مالِ غنیمت میں سے) ایک لونڈی مول لینی چاہی اور قیمت اُس کی مالِ غنیمت میں سے دینی چاہی تو حاطب بن ابی بلتعہ اور بریدۂ اسلمی کو یہ امر ناگوار گزرا اور ان دونوں نے کنیز کی قیمت بڑھا دی۔ جب حضرت نے اُن کا مکر اور قیمت کا زیادہ کرنا ملاحظہ فرمایا تو اُس دن اُس کی خریداری موقوف رکھی اور اس بات کے منتظر رہے کہ اُس کی قیمت کہاں تک بڑھتی ہے۔ پھر اُن جناب نے وہ لونڈی خرید لی۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو اُن دونوں نے اتفاق کر لیا کہ اس واقعہ کی خبر جناب رسولِ خدا کو ضرور دینی چاہیئے۔ غرض بریدۂ اسلمی آنحضرت کے سامنے آکھڑا ہُوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! آپ نے یہ بھی سُنا ہے کہ علی بن ابیطالب نے مسلمانوں کے برخلاف مالِ غنیمت سے ایک لونڈی خریدی ہے۔ یہ سُنکر آنحضرت نے اُس کی طرف سے مُنہ پھرا لیا۔ پھر وہ دہنی طرف آیا اور وہی عرض کیا۔ جو پہلے کہا تھا۔ پھر آنحضرت نے مُنہ پھرا لیا۔ اب وہ بائیں طرف آیا اور وہی عرض کیا۔ آنحضرت نے پھر مُنہ پھرا لیا۔ اس کے بعد جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا غصّہ آیا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ویسا غصّہ آیا تھا اور نہ بعد اس کے کبھی ویسا غصّہ آیا۔ رنگ رُخِ مبارک متغیر ہوگیا۔ مُنہ سے کف بھی جاری ہوگئے۔ شہرگ بھی اُبھر آئی۔ اعضا بھی کانپنے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے بریدہ! تجھے ہو کیا گیا ہے کہ تو خدا کے رسُول کو آج ایذا دے رہا ہے کیا تو نے خدائے تعالےٰ کا یہ قول نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ۝ وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

ثُمَّ قَالَ تَبَيَّنَّاهُ (دیکھو صفحہ ۶۷۹ سطر ۱۰ و صفحہ ۶۸۰ سطر ۱) بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو خیال نہیں کہ میں نے کبھی حضور کی اذیت کا ارادہ بھی کیا ہو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے بریدہ! تیرا گمان یہ ہے کہ جو شخص بالخصوص مجھے اذیت دے گا وہی میرا موذی کہلائے گا۔ اے بریدہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ علیؑ بن ابی طالب مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ کو ایذا دی اُس نے یقیناً مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے یقیناً خدا کو ایذا دی اور خداوندِ عالم کے ذمہ لازم ہے کہ اُس کو آتشِ جہنم میں دردناک عذاب سے ایذا پہنچائے۔ اے بریدہ! کیا تو زیادہ جاننے والا ہے یا خدائے عزّوجلّ! کیا تیرا علم زیادہ ہے یا لوحِ محفوظ کے پڑھنے والوں کا! کیا تیرا علم بڑھا ہوا ہے یا ملائکہ ارحام کا! بریدہ نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ اعلم ہے اور لوحِ محفوظ کے پڑھنے والے اور ملائکۂ ارحام مجھ سے بدرجہا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے بریدہ! کیا تو زیادہ واقفیت رکھتا ہے یا وہ فرشتے جو علیؑ بن ابیطالب کے حافظانِ اعمال ہیں؟ بریدہ نے عرض کیا بلکہ حافظانِ اعمالِ علیؑ بن ابی طالب بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا پھر تو کس لئے علیؑ بن ابیطالب کو خطاوار ٹھہراتا ہے اور کیوں اُن کو ملامت اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور کیوں اُن کے فعل میں بُرائی نکالتا ہے؟ آگاہ ہو جا! کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ حافظانِ اعمال نے علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے لیکر اسوقت تک اُنکی کوئی خطا نہیں لکھی اور ملک الارحام نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے پہلے جبکہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ مبارک میں تھے یہ لکھدیا گیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہوگا اور جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو مجھ سے اُن فرشتوں نے جو لوحِ محفوظ پڑھتے ہیں یہ بیان کیا کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب ہر گناہ اور خطا سے معصوم و محفوظ ہیں۔ اے بریدہ! پھر تو کس لئے علیؑ کو خطاوار بتاتا ہے۔ حالانکہ پروردگارِ عالم نے اور ملائکۂ مقربین نے اُن کے صواب پر ہونے کی خبر دے دی ہے۔ اے بریدہ! تو علیؑ بن ابیطالب پر اعتراض نہ کیا کر۔ اور سوائے خوبی اور نیکی کے کوئی بات اُن کی شان میں نہ کہا کر کہ وہ امیر المؤمنین اور سیّد الصالحین اور فارس المسلمین اور قائد الغر المحجلین اور جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ وہی قیامت کے روز (دوزخ سے) فرمائیں گے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا۔ اے بریدہ! کیا تجھے خبر نہیں کہ علیؑ ابن ابی طالب کا حق تم سب مسلمانوں پر یہ ہے کہ تم لوگ اُن سے بُرا برتاؤ نہ کرو اور اُن سے دشمنی نہ رکھو۔ اور اپنے نفسوں کو اُن پر فضیلت نہ دو۔ افسوس! علیؑ بن ابیطالب کی جو قدر و منزلت خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہے بہ نسبت اُس کے تمہارے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ (اے لوگو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں علیؑ بن ابیطالب کا مرتبہ تم سے

بیان کروں؟ سب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ضرور ارشاد ہو۔ اُس وقت آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ روزِ قیامت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ایک قوم کو محشور فرمائیگا۔ جن کے گناہوں سے میزانِ اعمال مملو ہو جائے گی۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا اے میرے بندو! یہ گناہ تو تمہارے موجود ہیں نیکیاں بھی اپنی دکھاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔ وہ عرض کرینگے پروردگارا! ہم کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ہم نے کچھ نیک کام کئے بھی ہیں یا نہیں؟ اُس وقت خدائے تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ اے میرے بندو! اگر تم کو اپنی نیکیاں معلوم نہیں تو نہ ہوں مجھے تو اُن کا علم ہے اور میں اُن کا معاوضہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ پھر (بحکم خدا) ہوا چلے گی اور وہ ایک چھوٹا سا پرچہ لا کر نیکیوں کے پلّے میں ڈال دیگی۔ جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو جائیگا۔ اور گناہوں کا پلّہ اِتنا بلند ہو جائے گا جتنا کہ آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں میں سے ایک سے کہا جائے گا کہ تو اپنے ماں۔ باپ بھائیوں۔ بہنوں اور خاص عزیزوں اور دوستوں کا ہاتھ پکڑلے اور اُن سب کو جنّت میں داخل کردے۔ اہلِ محشر عرض کریں گے بارِ الٰہا! اِن کے گناہ تو ہم نے پہچان لئے۔ یہ نیکی کیا تھی؟ پردۂ غیب سے آواز آئے گی اے میرے بندو! اِن میں سے جس کسی کا قرضہ کسی برادرِ ایمانی پر ہوتا تھا تو صاحبِ قرض یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ چونکہ تو علیؑ بن ابی طالب کا دوست ہے اِس لئے میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں اس لئے یہ قرضہ بھی تو رہنے دے اور میرے مال میں سے جتنا چاہے اور لے لے۔ پس ہم نے اُن دونوں کی یہ نیکی قبول کر لی اور ان کے گناہ معاف کردئے اور آج کے دن وہ نیکی ہم نے اِن کی ترازو میں رکھ دی اور اِن دونوں کے لئے مع اُن کے والدین کے جنّت واجب کر دی۔ پھر ارشاد ہوا اے بریدہ! جو لوگ دشمنیٔ علیؑ ابن ابیطالب کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اُن کی تعداد اُن کنکریوں سے بھی زیادہ ہوگی جو جمرات پر ماری جاتی ہیں۔ اے بریدہ! تو ہمیشہ خوف رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنانِ علیؑ میں تیرا بھی شمار ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۸۲

تفسیر قمی میں ہے کہ اِس آیت میں امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور دلیل اِس دعوے پر کہ امانت سے امامت مراد ہے یہ آیت ہے کہ خدا نے آئمہ علیہم السّلام کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۲) اِس آیت میں امانت سے مراد امامت ہے۔ پس یہ امانت یعنی امامت تمام آسمانوں پر اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اِن سب نے اُس کے بار

سے انکار کیا اور خوف زدہ ہو گئے کہ امامت کے دعوے دار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کر لیں لیکن میاں اوّل نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تاؤ اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اُوپر لا دلیا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہ ہو اور دعوے کرے وہ نقصان اُٹھائے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اعلےٰ اور اعظم تھی۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اِس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل۔ عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنہوں نے اِس امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابوبکر) جاہل تھے اور باوجود اِس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرت فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اِس امانت کے تحمل سے انکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنے کا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لئے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگانے والے کو اپنے پاس سے کپڑا دے دے؟ حضرت نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ الخ پھر حضرت نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہے اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

اقولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن

میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانی کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لئے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اس آیت میں امانت سے مراد عبادتِ خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کی جائے اور تقربِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کماحقہ بجالائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہ ہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کردیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لئے دعوےٰ نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُن کی استعداد کی طرف نظر (امتحان) فرمائی اور اشیاءِ مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحملِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمل ہوجانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں ادا کرنے کی قوت وطاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم وجہول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے۔ (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) اور اس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لئے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہوگی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہوجائے گا۔

علامہ ابنِ شہر آشوب نے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت محمدؒ حنفیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے قول باری تعالےٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اس امانت کو ثواب وعذاب کے ساتھ ہم پر بار نہ کر۔ البتہ بغیر ثواب وعقاب کے ہم متحمل ہوسکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت و ولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلّو اور عنقا ہے پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلّو کے سارے پرندے دشمن ہوگئے۔

اب وہ دن میں پرندوں کے ڈر کے مارے باہر نہیں نکلتا ہے اور عنقا دریاؤں میں ایسا غائب ہو گیا کہ نظر ہی نہیں آتا۔ اور اللہ تعالٰی نے میری امامت کو زمین کے سامنے پیش کیا۔ پس زمین کا جو حصہ میری ولایت و امامت پر ایمان لایا اُسے خدا نے برکت والا پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ شیریں نباتات اور میٹھے پھل اُس میں اُگائے۔ پانی اُس کا صاف اور میٹھا کر دیا۔ اور جس حصہ نے میری امامت کا انکار کیا اُس کو خدا نے شورہ زار بنا دیا۔ سبزیاں اُس کی تلخ اور بدمزہ کر دیں۔ پھل اُس میں کڑوے۔ اور اندراین جیسے پیدا کیے۔ پانی اُس کا کھاری اور بدمزہ کر دیا۔ پھر خداوندِ عالم نے اپنے رسول سے فرمایا کہ امامت امیر المؤمنین کا حامل تمہاری اُمت میں سے ایک مردک ہو گیا اُس نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور وہ حکم پروردگار سے جاہل تھا اور جو شخص امانت کو پوری طرح ادا نہ کرے گا وہ اظلم اور ستمگار ہو گا۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرا دوست مومن ہے اور میرا دشمن منافق اور ولد الحرام ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۸۶

جناب امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ قریٰ سے مراد اس آیت میں آدمیوں کا ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیتیں اُن حضرت نے تلاوت فرمائیں کسی نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ ہم اہلبیتؑ ہیں کیا تم نے قولِ باری تعالٰی سِیۡرُوۡا فِیۡہَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیۡنَ پر غور نہیں کیا؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو ہمارے پاس رہے وہ کجی اور گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

الاکمال میں ہے کہ جناب حضرت حُجّت علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم وہ قریٰ جنہیں خدا نے بابرکت کیا وہ ہم ہیں اور قُرائے ظاہرہ سے مراد تم لوگ ہو۔

کافی میں زیدِ شحام سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن قتادہ بن دعامہ جنابِ امام محمّد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! کیا تو ہی اہلِ بصرہ کا فقیہ ہے؟ اُس نے عرض کی وہ لوگ تو یہی سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! فرمایا اگر تو علم و یقین سے تفسیر کرتا ہے تو تیرے کیا کہنے؟ میں تجھ سے ایک آیت کی تفسیر دریافت کرتا ہوں تو مجھے اس کا جواب دے! اُس نے عرض کی فرمایئے! حضرت نے ارشاد کیا بیان کر سورۂ سبا کی آیت وَقَدَّرۡنَا فِیۡہَا السَّیۡرَ ؕ سِیۡرُوۡا فِیۡہَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیۡنَ ۞ کا کیا مطلب ہے؟ قتادہ نے عرض کی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کے ارادہ سے اپنے ہمراہ زادِ راہ اور

سواری اَور کرایۂ حلال لے کر اپنے گھر سے نِکلے وہ اپنے کُنبہ والوں میں واپس ہونے تک مامون ومحفوظ رہیگا۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! میں تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی بقصدِ حج اپنے گھر سے چلتا ہے زادِ راہ بھی حلال اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کرایہ میں بھی حلال پَیسہ صرف کرتا ہے۔ اُس پر بھی لٹیرے اُس کو لُوٹ لیتے ہیں۔ مال بھی اُس کا ضائع ہوجاتا ہے اور پِٹتا بھی اِتنا ہے کہ بھُرکس نِکل جاتا ہے؟ قتادہ نے جواب دیا بیشک ہوتا تو ایسا بھی ہے۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! وائے ہو تجھ پر اگر تو نے یہ تفسیر اپنی رائے سے کی ہے تو تُو گمراہ ہوگیا اور اگر تو نے عام لوگوں سے یہ تفسیر سُنی ہے تو تو خود بھی ہلاک ہوا اَور اَوروں کو بھی ہلاک کیا۔ افسوس ہے تیری سمجھ پر۔ اے قتادہ آگاہ ہوجا! جو شخص بقصدِ بیت اللہ اپنے گھر سے نِکلے اَور زادِ راہ اور سواری اور حلال پیسہ اُس کے ساتھ ہو اَور وُہ ہمارے حق کا عارف ہو۔ ہم سے دِلی محبّت رکھتا ہو (تو اُس کا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں) اَے قتادہ! خدا نے جو دعائے ابراہیمؑ کی حکایت آیۂ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۴ سطر ۲) میں کی ہے تو کیا حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تھی کہ خدایا تو بعض آدمیوں کے دل خانۂ کعبہ کے مشتاق بنادے۔ پس اگر واقعی ایسا ہی تھا تو اِلَيْهِمْ کی بجائے اِلَيْهِ ارشاد ہوتا۔ قسم بخدا وہ ہم ہی ہیں جن کی طرف بعض قلوب مردم کے متوجہ ہونے کی دعا جناب ابراہیمؑ نے مانگی تھی۔ بس جس کے دِل میں ہماری محبّت ہوگی اُسی کا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ اے قتادہ! جس کا حج قبول ہوگیا وہ روزِ قیامت عذابِ دوزخ سے محفوظ رہیگا۔ قتادہ نے عرض کی خدا کی قسم اب میں ضرور اِس آیت کی تفسیر یہی بیان کروں گا۔ حضرت نے فرمایا علمِ قرآنی اُنہی کو حاصل ہے جن سے اُس میں خطاب کیا گیا ہے۔

ہیثم بن عبداللہ رمانی کہتے ہیں کہ مجھ سے جنابِ امام علی رضا علیہ السّلام نے اپنے والدِ ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی زبانی یہ حدیث بیان فرمائی وہ جناب فرماتے ہیں کہ میرے پدرِ بزرگوار جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں ایک مفسّرِ قرآن حاضر ہوا۔ حضرت نے اُس کا نام لیکر ارشاد فرمایا تو فلاں شخص ہے؟ اُس نے جواب دیا جی ہاں! حضرت نے فرمایا تو ہی قرآن کی تفسیر کیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی بیشک! حضرت نے فرمایا اچھا آیۂ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ؂ کا مطلب بیان کر۔ اُس نے کہا قُرًى ظاہرہ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مکّہ اور مدینے کے درمیان آباد ہیں۔ حضرت نے فرمایا آیا اِن بستیوں میں لُٹنے اَور مارے جانے کا خوف ہے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی۔

خوف تو ضرور ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا جس مقام کے بارے میں خدا نے امن کی خبر دی ہو وہاں خوف اور لوٹ مار کیسے ہوسکتی ہے؟ اُس نے عرض کی حضور ہی اِس آیت کا مطلب ارشاد فرمائیں حضرتؑ نے جواب دیا اِن بستیوں سے ہم اہلبیت مراد ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے تم لوگوں کو ناس سے تعبیر کیا ہے اور ہم کو اِس آیت میں قرائے سے۔ اُس نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوجاؤں آیا قرآن میں کسی اَور جگہ بھی قرائے سے آدمی مراد لئے گئے ہیں؟ فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي اَقْبَلْنَا فِيهَا (یعنی برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کی) جس بستی میں ہم تھے اَور جس قافلہ میں ہم آئے ہیں اُس سے ہمارا حال دریافت کرلیجئے تو تو ہی بتا کہ یہ سوال آدمیوں سے ہوتا ہے یا در و دیوار سے؟ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۵۹ سطر ۶) تو اب تو ہی بتا کہ عذاب آدمیوں پر ہوگا یا مکانات کے در و دیوار پر؟

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حسن بصری میرے پدرِ بزرگوار جناب امام محمدؑ بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن جناب نے فرمایا اے بصرہ والے! مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے ایک آیۂ قرآنی کی برخلافِ تنزیل تفسیر کی ہے۔ پس اگر واقعی تو نے ایسا ہی کیا ہے تو تو بے شک گمراہ ہوگیا اور لوگوں کو بھی تو نے گمراہ کیا۔ اُس نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہوجاؤں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوجائیں ارشاد ہو وہ کونسی آیت ہے؟ آنحضرتؑ نے فرمایا خدائے تعالےٰ کا یہ قول ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ اے حسن! افسوس ہے تیرے حال پر (تو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ) اللہ تعالےٰ نے آدمیوں کے لئے امان کہاں دی ہے۔ حالانکہ مکّہ اور مدینہ میں اور اُن کے مابین آدمیوں کا مال چوری جاتا ہے اور بہت سے غلام بنالئے جاتے ہیں اَور اکثر لوگ مارے بھی جاتے ہیں۔ جانوں کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ پھر افسوس فرماتے ہوئے تھوڑی دیر خاموش رہے بعد اُس کے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جن بستیوں میں خدا نے برکت دی ہے اُن سے ہم اہلبیت مراد ہیں۔ حسن بصری نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوجاؤں آیا قرآن میں کہیں اَور بھی قرئے سے آدمی مراد لئے گئے ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں۔ خدائے عزّوجلّ فرماتا ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۹۲ سطر ۹)۔ (اے حسن!) اب بتا کہ

حکم خدا سے سرتابی کرنے والے مکان تھے یا دیواریں یا آدمی؟ اُس نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں اُور بھی کوئی مثال ارشاد ہو۔ حضرت نے جواب دیا خداوند عالم سورہ یوسفؑ میں (برادران یوسفؑ کے قول کی حکایت میں) فرماتا ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۹۰ سطر ۸) اس آیت میں قریہ اور عیر (کاروان) سے کیا مراد ہے؟ جس سے سوال کرنے کی فرزندان یعقوبؑ نے اپنے باپ سے گزارش کی تھی۔ آیا اس سے بستی مراد ہے یا آدمی؟ حسن بصری نے پوچھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ اب یہ بھی بتا دیجئے کہ قُرًى ظَاهِرَةً سے کیا مطلب ہے؟ حضرت نے فرمایا اس سے ہمارے علمائے شیعہ مراد ہیں۔ تم اُن میں شب و روز آؤ جاؤ (گمراہی سے) محفوظ رہو گے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا تو کون ہے؟ اُس نے عرض کی ابوحنیفہ! فرمایا اہل عراق کا مفتی؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا تو کس چیز سے اُن لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی قرآن سے۔ فرمایا کیا تو کتاب خدا کے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ سے واقف ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اس آیت کی تفسیر تو بیان کر خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ٥ وہ کون سے مقامات ہیں (جن میں خدا نے حفاظت کا وعدہ کیا ہے)؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا وہ مکّے اور مدینے کے مابین ہیں حضرت نے حاضرین جلسہ کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جب تم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرتے ہو تو آیا ایسا ہوتا ہے یا نہیں کہ اپنی جانوں کے قتل ہونے سے اور مالوں کے لوٹے جانے سے مامون نہیں ہوتے؟ سب نے عرض کی بے شک ایسا ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر خدا کا کلام تو سچا ہی ہوتا ہے غلطی تو اُس میں ہو ہی نہیں سکتی (پھر کیوں اُس کے خلاف ہوتا ہے) اے ابوحنیفہ! قول باری تعالےٰ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ اس سے کونسا مقام مراد ہے؟ اُس نے جواب دیا بیت اللّٰہ الحرام۔ پس حضرت اپنے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا میں تم سے بقسم دریافت کرتا ہوں کہ عبداللّٰہ بن زبیر اور سعید بن جبیر بیت اللّٰہ میں داخل ہوئے اُس پر بھی محفوظ نہ رہے (مارے گئے)؟ سب نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرت نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر! اور تیری عقل پر خدا ایسی بات نہیں کہتا ہے جو حق نہ ہو۔ ابوحنیفہ نے عرض کی مجھے کتاب خدا کا علم حاصل نہیں میں تو قیاس لگا لیا کرتا ہوں۔ (چونکہ اصل حدیث طولانی ہے بقدر ضرورت لے لی گئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۹۲

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے عزّوجل نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ کو ایک تسبیح سے پیدا کیا ہے۔ اور اُن کو کان، آنکھ، ذہن رسا اور تیزی فہم عطا کی ہے۔

جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام ملائکہ کی خلقت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ (اے اللہ!) فرشتوں کو تو نے پیدا کر کے اپنے آسمانوں میں اُن کو ساکن کیا نہ وہ تیری عبادت سے تھکتے ہیں اور نہ غافل ہوتے ہیں اور نہ وہ تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ تیری تمام مخلوق سے زیادہ تیرے عارف ہیں اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں۔ اُن کا مرتبہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔ وہ سب سے بڑھ کے تیری طاعت پر عمل کرتے ہیں۔ نہ اُن پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نہ اُنہیں سہو و نسیان عارض ہوتا ہے۔ نہ اُن کے بدنوں میں کاہلی اور تکان پیدا ہوتی ہے۔ نہ وہ باپوں کی پشتوں میں ساکن رہے نہ وہ ماؤں کے رحموں میں لپٹے ہوئے رہے۔ نہ تو نے اُن کو پسدار پانی (منی) سے پیدا کیا۔ بلکہ تو نے اُن کو عجیب حکمت سے خلق فرمایا۔ پس تو نے اُن کو اپنے (بلند) آسمانوں میں سکونت بخشی اور اپنے جوارِ رحمت میں اُن کو جگہ دے کر اُن کی بزرگی بڑھائی۔ اور اپنی وحی کا اُن کو امین بنایا۔ آفتوں سے تو نے اُن کو محفوظ رکھا۔ بلاؤں سے تو نے اُن کو بچایا۔ گناہوں سے تو نے اُن کو پاک کیا۔ اگر تو اُن کو قوت نہ دیتا تو وہ صاحبِ قوت نہ ہوتے۔ اگر تو اُن کو ثابت قدمی عطا نہ فرماتا تو وہ ہرگز ثابت قدم نہ رہتے۔ اگر تیری رحمت اُن کے شاملِ حال نہ ہوتی تو وہ طاعت نہ کرتے۔ اگر تو اُن کو پیدا نہ کرتا تو وہ پیدا نہ ہوتے۔ اُن کو تو نے ہی ایک مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ وہ بس تیرے ہی فرمانبردار ہیں۔ تیرے نزدیک اُن کا درجہ بلند ہے۔ وہ تیرے حکم سے غفلت نہیں کرتے۔ اگر وہ اُن باتوں کو جو اُن سے پوشیدہ ہیں دیکھ لیں تو ضرور اپنے اعمال کو حقیر سمجھیں گے اور آواز بلند نہ کریں گے اور جان لینگے کہ بیشک انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اے میرے خالق! اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تو نے اپنے بندوں کا نہایت خوبی سے امتحان لیا ہے۔

التوحید میں ہے کہ کسی نے جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے قدرتِ خدا کے متعلق سوال کیا۔ حضرت نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثنائے باری تعالےٰ بجا لانے کے بعد ارشاد فرمایا خدائے تبارک و تعالےٰ نے (بکثرت) فرشتے پیدا کئے ہیں، اگر اُن میں سے ایک فرشتہ زمین پر اُتر آئے تو اُس کی جسامت اور بازوؤں کی کثرت کے سبب زمین میں سمائی نہ ہو سکے اور بعضے فرشتے ایسے بھی ہیں کہ اگر تمام انسانوں اور جنات کو اُن میں سے

ایک کی توصیف بیان کرنے کی تکلیف دی جائے تو سب کے سب اُس کی توصیف سے عاجز آجائیں گے۔ کیونکہ اس کے اعضاء و جوارح کے جوڑبند نہایت دور دور ہیں۔ اور ان کی صورتوں کی ترکیب عجیب وضع کی ہے۔ اور فرشتوں کا وصف کیونکر بیان ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بعض اُن میں سے ایسے ہیں جن کے کندھے اور کان کی لَو میں اتنا فاصلہ ہے جتنا سات سَو برس میں طے ہو سکے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کا ایک بازو ساری دنیا کے ڈھانپنے کے لئے کافی ہے۔ رہی اُن کی جسامت وہ الگ ہے (اُس کا ذکر ہی کیا ہے) اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ آسمان اُن کی کمر تک ہے۔ اور بعضے ایسے کہ اُن کے قدم نیچے والی ہوا پر ہیں۔ کبھی وقت اُن کو قرار نہیں آتا۔ ساری زمینیں اُن کے گھٹنوں تک ہیں۔ اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ اگر تمام پانی اُن کے انگوٹھے کی گھائی میں ڈالا جائے تو سارا غائب ہو جائے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر اُنکے آنسوؤں میں کشتی ڈالدی جائے تو وہ آخر زمانہ تک بہتی رہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۞